اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا

محمد طاہر لبیب

اللہ ارحم الراحمین، احکم الحاکمین کا مقدس فرمان ہے: ﴿ وان اللہ لیس بظلام للعبید ۞ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔'' [الانفال/ ۵۱] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں، بلکہ وہ تو کامل واکمل عادل ہے جو ہر قسم کے ظلم وجبر سے بالکل پاک ہے۔ حدیث قدسی شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے۔ پس تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے ہی اعمال ہیں، جو میں نے شمار کر کے رکھے ہوئے ہیں۔ پس جو اپنے اعمال میں بھلائی پائے اس پر اللہ کی حمد وثنا کرے اور اس کے برعکس پائے تو اپنے آپ ہی کی ملامت کرے۔'' [صحیح مسلم، کتاب البر مع المنهاج ۱۶/۱۳۱-۱۳۳]

اللہ پاک فرماتا ہے: ﴿ من عمل صالحا فلنفسه ومن أساء فعليها ، وما ربك بظلام للعبيد ۞ ﴾ [حم السجدة/ ٤٦] ''جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لئے ہے اور جو برا کام کرے گا اس کا وبال بھی اسی پر ہے اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں''۔ اس لئے کہ وہ عذاب صرف اسی کو دیتا ہے جو گناہ گار رہتا ہے، نہ کہ کسی کو یوں ہی عذاب میں مبتلا کر دے۔ رب القدوس جل شانہ کا فرمان اقدس ہے: ﴿ فأهلكنهم بذنوبهم و أغرقنا آل فرعون و كل كانوا ظالمين ۞ ﴾ ''پس ان کے گناہوں کے باعث ہم نے انہیں برباد کر دیا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا، یہ سارے ستم گر تھے۔'' (الأنفال/ ٥٤) ان کی غرقابی کے ذکر کے ساتھ یہ واضح کر دیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو غرق کر کے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ یہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔

انسان کے گناہ کرنے سے نعمتیں سلب کر لی جاتی ہیں اور بلاؤں اور مصیبتوں کا ہجوم مسلط کیا جاتا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ''نہیں نازل ہوتی کوئی بلا مگر بسبب گناہ کے، اور نہیں دور ہوتی کوئی بلا مگر بسبب توبہ کے۔'' (فتح الباری ۲/ ۵۷۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفوا عن كثير ۞ ﴾ "جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب سے آتی ہے اور بہت سی باتوں کو اللہ پاک معاف فرما دیتے ہیں۔" (الشوری/ ۳۰) ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ ذلك بأن الله لم يك مغيرا

نعمة أنعمها على قوم حتى يغيروا ما بأنفسهم ﴾ ''یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کبھی اس نعمت کو نہیں بدلتا جو کسی قوم کو دی ہو، یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے ذاتی حالات کو بدل ڈالیں۔'' (الأنفال/٥٣)

معلوم ہوا کہ زوال نعمت گناہ ہی سے ہوتا ہے، انسان کے گناہ کرنے سے مدح وشرف کے خطاب سلب ہو کر مذمت اور ذلت کے القاب ملتے ہیں۔مثلاً نیک کام کرنے سے یہ القاب عطا ہوئے تھے: مؤمن، برّ، مطیع، منیب، ولی، متورع، مصلح، عابد، طیب، رضیّ، تائب، حامد، مسلم، قانت، صادق، صابر، خاشع، عفیف وغیرہ۔اور جب برا کام کیا تو یہ خطاب ملے: فاجر، فاسق، عاصی، مخالف، مفسد، خبیث، مسخوط، کاذب، خائن، غادر، قاطع رحم، متکبر، ظالم، ملعون، جاہل وغیرہ۔گناہ کرنے سے شیاطین اس پر مسلط ہو جاتے ہیں، کیونکہ طاعت قلعہ الٰہی ہے، جس کے سبب انسان اعداء کے غلبہ سے محفوظ رہتا ہے۔جب قلعہ سے باہر نکلا دشمنوں نے گھیر لیا، پھر شیاطین ہر ممکن طریقے سے کوشش کرتے ہیں اور اس کے قلب وزبان، دست و پا، چشم وگوش تمام اعضاء کو گناہوں میں غرق کر دیتے ہیں۔

اس دن سے ڈرو جس دن گناہ گاروں سے اللہ پاک فرمائیں گے: ﴿ **اليوم ننساكم كما نسيتم لقاء يومكم هذا ومأوٰكم النار ومالكم من نصرين** ﴾ ''آج ہم تمہیں بھلا دیں گے جیسے کہ تم نے اپنے اس دن سے ملنے کو بھلا دیا تھا، تمہارا ٹھکانا جہنم ہے، اور تمہارا مددگار کوئی نہیں۔'' [الجاثية/٣٤] حدیث شریف میں آتا ہے: ''اللہ اپنے بعض بندوں سے کہے گا: کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا میں نے تیرا اکرام نہیں کیا تھا؟ کیا میں نے گھوڑے اور بیل وغیرہ تیری ماتحتی میں نہیں دیے تھے؟ تو سرداری بھی کرتا تھا اور چونگی ٹیکس بھی وصول کرتا رہا تھا؟! وہ کہے گا ہاں یہ ٹھیک ہے میرے رب۔اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: کیا تجھے میری ملاقات کا یقین تھا؟ وہ کہے گا نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: { **فاليوم انساك كما نسيتني** } ''پس آج میں بھی (تجھے جہنم میں ڈال کر) بھول جاؤں گا جیسے تو مجھے بھولا رہا۔''

[صحيح مسلم كتاب الزهد ١٨/١٠٣-١٠٤]

بلکہ ہم خود اپنے نفسوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں۔اس طرح اللہ کے غصے اور نافرمانیوں سے بچنے کیلئے فرمان الٰہی اور فرمان رسول ﷺ ہے کہ بندہ کو گناہ چھوڑنے کے بعد دو کام کرنے چاہئیں: پہلا کام دل کا عمل ہے کہ وہ پشیمان ہو، اور آئندہ کبھی بھی وہ کام نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے اور یہ اللہ سے ڈر کا نتیجہ ہوتا ہے۔دوسرا کام، اعضاء کا عمل ہے کہ وہ مختلف قسم کے نیکی کے کام کرلے جن میں سے ایک توبہ کی نماز بھی ہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلى الله عليه وآله وسلم کو یہ کہتے سنا { **ما من عبد يذنب ذنبا فيحسن الطهور ثم يقوم فيصلي ركعتين ثم يستغفر الله غفر له** }

''جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو پھر وہ پاک صاف ہو پھر دو رکعت نماز ادا کرے پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ اسے معاف کردیتا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب الا الله ولم يصروا على ما فعلوا وهم يعلمون ﴾ [آل عمران/۱۳۵] ''اور وہ لوگ جب بے حیائی کا کوئی کام کرتے یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھتے ہیں، تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ معاف کرنے والا ہے بھی کون؟ اور وہ اپنے کسی کرتوت پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے''۔ [أبوداؤد کتاب الوتر ۲/۱۸۰، ترمذی کتاب التفسير ۵/۲۱۳ وحسنه الالبانی، ابن کثیر ۱/۵٤٠]

باری تعالیٰ خود قرآن حکیم میں ارشاد فرمارہے ہیں: ﴿ قل يٰعبادى الذين اسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم ۞ وأنيبوا الىٰ ربكم وأسلموا له...... ﴾ ''اے میرے بندو جو اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا بلاشبہ اللہ سارے گناہ معاف کردیتا ہے۔ بلاشبہ وہ بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ لہٰذا تم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ''۔ [الزمر/۳۵]

رب رحیم فرماتا ہے جو اپنی جانوں پر زیادتی کرچکے ہو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ کبھی کبھار بعض گناہ گاروں کو یہ احساس ہوجاتا ہے کہ شاید اتنے ڈھیروں گناہ ہونے کے باعث نہ بخشے جائیں گے، جبکہ یہ بات بندے کو اپنے پروردگار کی رحمت کی وسعت پر یقین نہ ہونے کی پیداوار ہے۔ یہ ہوئی پہلی بات۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے متعلق ایمان میں نقص ہے کہ وہ سارے کے سارے گناہ بخش سکتا ہے اور تیسری یہ کہ اعمال قلوب میں سے ایک نہایت اہم عمل یعنی ''امید'' میں کمزوری ہے۔ اور چوتھی یہ کہ توبہ قبول ہونے پر بھی اس میں گناہوں کو مٹادینے کی قدرت نہ ہونے کا گمان ہے۔

ان مندرجہ بالا امور میں سے ہر ایک کا جواب اور ہر شبہ کا علاج کتاب وسنت میں موجود ہے۔

پہلی بات کی وضاحت کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہی کافی ہے ﴿ ورحمتي وسعت كل شيء ﴾ ''اور میری رحمت ہر چیز پر محیط (گھیرے ہوئے) ہے''۔ [الاعراف ۱۵٦] اور دوسری بات کی وضاحت کے لیے درج ذیل حدیث قدسی کافی ہے { من علم انى ذوقدرة على مغفرة الذنوب غفرت له ولا أبالى ما لم يشرك بى

شیئا. وذلک إذا لقی العبد ربه فی الآخرة} ''جسے یقین ہو کہ میں معاف کرنے کی قدرت رکھتا ہوں تو میں اس کے گناہ بخش دوں گا، بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو''۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بات آخرت میں ہوگی جب بندہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا۔''

اور تیسری بات کا درج ذیل حدیث قدسی علاج کر دیتی ہے {**یاابن آدم انک ما دعوتنی ورجوتنی غفرت لک علی ما کان منک ولا ابالی، یا ابن اٰدم لوبلغت ذنوبک عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لک ولا ابالی، یاابن اٰدم لو انک اتیتنی بقراب الارض خطایا ثم لقیتنی لا تشرک بی شیئا لأ تیتک بقرابها مغفرة**} ''اے ابن آدم! تو جب بھی مجھے پکارے اور مجھ سے توقع رکھے تو تیرے جتنے بھی گناہ ہوں گے میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے اس کی چنداں پرواہ نہ ہوگی، اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی کو پہنچ جائیں، پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں، اے ابن آدم اگر تو زمین بھر گناہ لے کر آئے پھر مجھے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں زمین بھر بخشش لے کر تیرے پاس آؤں گا۔'' (ترمذی کتاب الدعوات ٥/٥١٢، ونحوه عند مسلم ١٧/١٢) ہم کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ پاک کا فرمان اقدس ہے: ﴿ **ومن یقنط من رحمة ربه الا الضالون** ۞﴾ ''اور اللہ کی رحمت سے تو صرف وہی مایوس ہوتے ہیں جو گمراہ ہوں''۔ (الحجر: ٥٦)

اور چوتھی بات میں درج ذیل حدیث کفایت کرتی ہے: {**التائب من الذنب کمن لاذنب له**} ''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔'' (ابن ماجه ٢/١٤٢٠، وحسنه الالبانی) ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے {**اکبر الکبائر الاشراک بالله والامن من مکر الله، والقنوط من رحمة الله، والیأس من روح الله**} ''بڑے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کی تدبیر سے نڈر رہنا، اللہ کی رحمت سے آس توڑ بیٹھنا اور اس کی مہربانی سے مایوس ہو جانا۔'' (مسند احمد ٦/١٩)

ایمان والا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوف اور امید کے درمیان چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رحمان و رحیم ہونے کے بہت سارے ثبوت ہیں کہ ہمارے بابا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿ **انه هو التواب الرحیم** ﴾ ''بیشک وہ خوب توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم والا ہے۔'' (البقرة: ٣٧) اور بنی اسرائیل کی قبولیت توبہ کے بارے میں فرمایا ﴿ **فتاب علیکم انه هو التواب الرحیم** ۞﴾ ''اس نے تمہاری توبہ قبول کی وہ بہت توبہ قبول کرنے والا

نہایت رحم والا ہے۔" (البقرة:٥٤) اپنی شفقت کا ذکر یوں فرمایا: ﴿ان اللہ بالناس لرؤف رحیم ۝﴾ "بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ خوب شفقت اور مہربانی والا ہے۔" (البقرة:١٤٣)

کفار کے بارے میں ارشاد ہے ﴿فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم ۝﴾ "اگر یہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ خوب گناہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔" (البقرة:١٩٢)

تقویٰ کے بارے میں فرمان الٰہی ہے: ﴿وتزودوا فان خیر الزاد التقوی واتقون یاولی الالباب ۝﴾ "اور زادِ راہ لیا کرو، بے شک بہترین توشہ اللہ کا ڈر (پرہیزگاری) ہے اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔" (البقرة:١٩٧)

جو کوئی تقویٰ و پرہیزگاری سے ہٹ جائے اور گناہوں میں مبتلا ہو جائے، اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے، تو گناہوں کا احساس ہونے پر استغفار کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما ۝﴾ "جو شخص برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا پائے گا۔" (النساء:١١٠)

قرآن مجید میں خوب واضح طور پر توبہ و استغفار کے دنیاوی و دینی فائدے بتائے گئے ہیں۔ عوام وخواص، حاکم و رعایا سب پر لازم ہے کہ گناہ چھوڑیں اور توبہ و استغفار میں لگیں اور ان کے دنیاوی اور اخروی فوائد سے مالا مال ہوں۔

گناہوں سے توبہ و استغفار جہاں گناہوں سے معافی کا ذریعہ ہے وہاں دنیا کی بھی کئی نعمتوں اور برکتوں کا باعث بنتے ہیں۔ جس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے:

حضرت حسن بصریؒ کی مجلس میں ایک شخص نے خشک سالی کی شکایت کی، تو انہوں نے فرمایا "اللہ سے استغفار کرو" دوسرے شخص نے تنگ دستی کی شکایت کی، تیسرے نے کہا میرے ہاں اولاد نہیں، چوتھے نے کہا میری زمین کی پیداوار کم ہے۔ حسن بصریؒ نے ہر ایک کو یہی جواب دیا۔ لوگوں نے پوچھا، حضرت! یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ نے سب لوگوں کو مختلف شکایتوں کا ایک ہی علاج بتایا؟ حضرت حسن بصریؒ نے اس کے جواب میں سورہ نوح کی یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا ۝ یرسل السماء علیکم مدرارا ۝ ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنات ویجعل لکم انھارا ۝﴾ (نوح ١٠-١٢) "حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا "اپنے رب سے استغفار کرو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے خوب بارش برسائے

گا، تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا، تمہارے لئے باغات پیدا کرے گا اور نہریں جاری فرمائے گا۔" (الکشاف للزمخشری: ٤/١٩٢)

لہذا اللہ جل شانہ کسی پر ظلم کرنے والا نہیں، بلکہ نہایت رحیم، کریم، حلیم، غفور، غفار، رحمٰن اور تواب ہیں۔ ہم سب کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہر دم بخشش طلب کرتے رہنا چاہئے۔ ﴿ فسبح بحمد ربک واستغفره انه كان توابا ۝ ﴾ (سورۃ النصر: ٣) "اپنے ربّ کی حمد اور تسبیح میں لگ جا اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ، بے شک وہ خوب معاف فرمانے والا ہے"۔

❁❁❁❁❁❁

کینہ اور بغض کی مذمت

فیض اللہ اثری

اجتماعی زندگی میں کسی سے جھگڑا اور بدمزگی ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کا مزاج جداگانہ بنایا ہے۔ لیکن جھگڑے کو قطع تعلق اور کینہ پروری کی حد تک ہرگز نہ لے جانا چاہیے۔ ناچاقی ہو جائے تو صلح وصفائی کی کوشش میں دیر نہ کرنا چاہیے۔ دوسرے کی غلطی کو معاف کر دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے متقین کی صفات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين ۝ ﴾ (آل عمران: ١٣٤) "اور وہ لوگ جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کی زیادتی معاف کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں"، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرے۔"

کینہ پرور ہمیشہ گھٹن اور بے سکونی کا شکار رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کے چہروں پر بھی بدحواسی نظر آتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مؤمن کیلئے حلال نہیں کہ کسی مؤمن سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرے بس جب تین دن گزر جائیں تو اس سے ملاقات کرے اور سلام کرے، اگر اس نے سلام کا جواب دیا (یعنی صلح پر آمادہ ہو گیا) تو دونوں اجر وثواب میں برابر کے شریک ہوں گے، اگر اس نے جواب نہ دیا تو وہ تنہا گناہگار ہوگا اور سلام کرنے والا قطع تعلقی کے گناہ سے نکل جائے گا۔" (أبو داؤد ۔ کتاب الأدب، باب ٥٥ ۔ ٥/٢١٤)